حاملان قرآن

حضرت قطب عمادی

از

جناب مولوی محمد عثمان صاحب عمادی بی ایس سی (علیگ)

تا ز ہر بادے نجنبی پا بدامن کش چو قطب

کآدمی مشت غبار و دہر باد صرصر است

حضرت شیخ عماد رضی اللہ عنہ کے خیر الخلف اور علمائے آل عماد کے نعم السلف تھے خلافت نبوی پر اپنے والد کی وساطت سے فائز ہوئے تیمناً حضرت قطب بینا دل سے بھی خلافت حاصل تھی علوم کی تکمیل اپنے والد ہی سے فرمائی حقائق کلام اللہ و تدبر فی آیات اللہ میں اس قدر انہماک تھا اور حلقہ درس میں ایسے ایسے اسرار و معارف آپ پر منکشف ہوتے تھے کہ لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ، اسی لیے علمائے کاملین آپ کو حبر الامۃ اور ابن عباس ثانی کہتے تھے۔

حطام دنیا سے سخت کارہ تھے ایک مرتبہ سلطنت نے خدمت صدارت کے لئے آپ کو دارالسلطنت میں بلایا، فرمان طلب پر آپ نے یہ فقرہ لکھکر واپس فرمایا کہ "القطب لن یتحرک من مکانہ" (قطب از جا نمی جنبد) لطور مثل سائر یہ فقرہ زبانوں پر دائر ہے۔

کلام اللہ کے متعلق آپ کے امالی کے بعض حقائق پیشکش ہیں۔

قریہ کی بحث | حضرت بن یامین کی جانب انتساب سرقہ کی ذیل میں قریت کی بحث تھی کہ "واسئل القریۃ"

کہنا اور " واسئل اہل القریہ " مراد لینا کیا لطف رکھتا ہے اور اس میں کیا خاص بلاغت ہے؟

فرمایا پوری آیت یوں ہے :-

ارجعوا الی ابیکم فقولوا یا ابانا ان ابنک سرق وما شھدنا الا بما علمنا وما کنا للغیب حافظین ، واسئل القریۃ التی کنا فیھا والعیر التی اقبلنا فیھا وانا لصادقون -

یوسف کے بڑے بھائی نے اپنے چھوٹے بھائیوں سے کہا کہ والد کے پاس لوٹ جاؤ اور کہو کہ ابا جان آپکے صاحبزادے نے چوری کی ہم نے وہی کہا جس کا ہمیں علم ہوا غیب کے حافظ ہم نہ تھے اس قریہ سے پوچھیے جس میں ہم تھے اس قافلہ سے پوچھیے جس کے ساتھ ہم آئے کہ حقیقت میں ہم سچے ہیں -

فرمایا :- آجکل قریہ گاؤں کو کہتے ہیں کہ درجہ میں شہر سے فروتر ہوتا ہے، لیکن برادران یوسف علیہم السلام تو مصر کے دارالملک میں فروکش ہوئے تھے اور وہیں ان کا قافلہ بھی ٹھیرا تھا، پھر اس کو گاؤں (قریہ) کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے ؟

تحقیق معنے | اصل یہ ہے کہ قدیم عربی زبان میں قریہ کے معنی آبادی کے تھے، ان میں مقام و منزل کی اہمیت نہ تھی، مقیم و نزیل ہی سے ان کو سروکار تھا۔

ومن مذھبی حب الدیار لاھلھا

(میرا مذہب یہ ہے کہ گھروں کی محبت گھر والوں کے باعث ہے)

وللناس فیما یعشقون مذاھب

(دوسرے لوگوں کے طور و طریق اس باب میں جدا جدا ہیں)

بحرین کے عمالقہ نے جنھیں آجکل فینیقی کہتے ہیں اندلس کے ساحل پر ایک شہر آباد کیا تھا اور اس کا نام " القریہ " رکھا تھا اگر قریہ گاؤں ہوتا تو یہ شہر کا نام نہ پڑتا، قریہ سے صرف انسانی آبادی مراد ہے اور بس

اعجاز مقال | ایک بات اور بھی ہے ابوبکر بن الانباری کہتے ہیں :-

اسئال القرية والعير والجدار و	قریہ سے پوچھو، قافلہ سے پوچھو، دیوار سے پوچھو، احاطے
الحيطان فانها تجيبك و تذكر لك	سے پوچھو، یہ سب جواب دیں گے اور ہمارے بیان کی صحت پر
صحة ما ذكرناه لانك من اكابر انبياء	صاد کریں گے آپ بڑے پیغمبروں میں ہیں کیا دور ہے کہ
الله فلا يبعد ان ينطق الله هذه الجمادات	بطور معجزہ کے اللہ تعالیٰ ان جمادات کو گویا کر دے کہ تمہارے
معجزة لك حتى تخبر بصحة ما ذكرناه	بیان کی درستی پر ناطق ہوں۔

زبان حال: ابن الانباری کا بیان، دلیل معجزہ ہو یا دلیل عجز، اس بے درد و قدرت کی ضرورت نہیں ضرورت یہ ہے کہ اسلوب عرب سے آگاہی ہو۔ کہتے ہیں۔

سل الارض فقل من حفر انهارك	زمین سے پوچھو کہ تیری نہریں کس نے جاری کیں، درخت
وغرس اشجارك وجنى ثمارك فان	کس نے لگائے، پھل کس نے چنے، اگر اس نے زبان قال سے
لم تجبك حوارا اجابتك اعتبارا	اس کا جواب نہ دیا تو زبان حال سے ضرور اس کا جواب دیگی۔

عرب منازل محبوب سے مخاطب ہوتے ہیں، ٹوٹے پھوٹے گھروں سے خطاب کرتے ہیں:

یا دار عبلة بالجواء تكلمي   وعمي صباحا دار عبلة واسلمي

(اے عبلہ (محبوبہ) کے گھر کہ مقام جواء میں ہے مجھ سے باتیں کر) (اے عبلہ کے گھر میں تجھے صبح بخیر کہتا ہوں اور سلام کرتا ہوں)

والدار لو نطقتنا ذات اخبار

(گھر اگر ہم سے باتیں کرنا چاہے تو اس کے پاس بہتیری خبریں ہیں)

آسمان و زمین کی باتیں | توضیح مزید کے لیے اس مقدمہ کو ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ مدار اسلوب عرب اس پر ہے:

ان الشيء اذا ظهر ظهورا تاما كاملا	جب کوئی چیز پوری طرح اور مکمل طور پر نمایاں ہو چکی ہو تو
فقد يقال فيه سل السماء والارض و	بعض اوقات اس صورت میں کہتے ہیں آسمان سے پوچھو
جميع الاشياء عنه والمراد انه بلغ	زمین سے پوچھو اور تمام چیزوں سے اس باب میں پوچھ دیکھو

فی الظہور الی الغایۃ التی ما بقی للشک فیہ مجال۔ | مراد یہ ہوتی ہے کہ ظہور و نمود میں یہ بات اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب اس میں شک و شبہ کی مجال ہی نہیں۔

دخول نار | گفتگو یہ تھی کہ خلق سموات و ارض و اختلاف لیل و نہار میں اولی الالباب جب اللہ کی نشانیاں مشاہدہ کرتے ہیں تو ہر حال میں اللہ کی یاد اور اس کی مخلوقات میں تفکر کرنے سے ان کو ماننا پڑتا ہے کہ یہ تمام کارخانہ آفرینش باطل اور رائیگاں نہیں، اس یقین کے بعد قلب سلیم اسی رؤف و رحیم کی جانب رجوع کرتا ہے عذاب نار سے پناہ مانگتا ہے، اور رسوائی سے بچنے کی دعا کرتا ہے کہ :۔

ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ وما للظالمین من انصار۔ | اے ہمارے پروردگار حقیقت میں تو نے جسے آگ میں ڈالا اس کو رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

محل اشکال | آیت میں محل اشکال یہ محسوس ہو رہا تھا کہ دخول نار جب موجب رسوائی ہے تو اللہ کا کام ہے کہ مومنین کو اس سے محفوظ رکھے، قیامت میں کوئی مومن ایک لمحہ کے لئے بھی دوزخ میں نہ جائے اور کسی پر آنچ تک نہ آنے پائے وہ خود کہہ چکا ہے کہ۔

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ | روز قیامت وہ دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو رسوا ہونے دیگا اور نہ ان مومنین کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے۔

احقاق حق | فرمایا۔

ان قولہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ انما یقتضی ان لا یحصل الاخزاء حال ما یکونوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ | اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مومنین صحابہ کو اللہ رسوا نہ کریگا" اس کے محض اسی قدر معنی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت کی برکت سے مومنین بھی رسوائی سے محفوظ رہیں گے۔

وھذا النفی لا ینافی ثبات الاخزاء فی الجملۃ | یعنی دوسری صورتوں میں اثبات اخزاء کے منافی نہیں۔

یعنی جن مومنین کو صحبت نبوی کی سعادت حاصل نہیں اور بقدر خطایا و ذنوب کچھ مدت کے لیے وہ معذب بالنار ہوے تو اس آیت سے کیا تناقض ہوا جس میں آنحضرت اور آپ کے صحابہ مومنین سے خزی درسوائی کی نفی ہے اور اس کی اسی حد تک تخصیص و تحدید کر دی ہے۔

منادی برحق | عرض کی اسی کے ساتھ یہ آیت ہے:۔

رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔

اے ہمارے پروردگار حقیقت میں ہم نے ایک ندا لگانے والے کو سنا کہ وہ ایمان کی آواز دے رہا تھا کہ تم سب اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ' اسی آواز پر ہم ایمان لائے لہذا اے پروردگار ہمارے گناہوں کو بخش دے ہماری بدکاریوں کو ہم سے مٹا دے' اور نیک آدمیوں کے ساتھ ہمیں موت نصیب کر۔

یہاں ندا لگانے والے سے اکثر مفسرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیتے ہیں' اس کی کیا حقیقت ہے؟۔

قرآن کی آواز | فرمایا۔

المنادی ھُوَ القرآن لانہ لیس کل احد لقی النبی صلے اللہُ علیہ وسلم اما القرآن فکل احد سمعہ و فھمہٗ

منادی یعنے ندا لگانے والے سے مراد قرآن ہے۔ ہر شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کہاں سنی قرآن کی آواز تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد بھی سب نے سنی اور سب اس کا مطلب سمجھے۔

مجاز متعارف | و ھذا و ان کان مجاز الا انہ مجاز متعارف لان القرآن لما کان مشتملا علی الرشد و کان کل من تاملہ وصل

یہ معنی اگرچہ مجازی ہیں تاہم یہ مجاز متعارف ہے' قرآن تمام تر رشد و ہدایت ہے جس نے اس میں فکر کی اور توفیق الٰہی رفیق ہوئی تو اس کو ہدایت حاصل ہو گئی' اس بنا پر

الی الهدیٰ اذ او فقه الله تعالیٰ لذالك فصار كانه يدعوا الی نفسه وينادی بما فيهِ مِنْ أنواع الدلائل كما قيل فی جهنّم تدعو من ادبر و تولّی اذ كان مصيرهم اليها۔

گویا قرآن زبان حال سے خود اپنی جانب لوگوں کو بلاتا ہے اور اپنے گوناگوں دلائل کا خود ہی نعرہ لگاتا ہے کلام الٰہی میں جہنم کے متعلق ہے کہ تدعو من ادبر و تولّی یعنی جو پیچھے ہٹا اور جس نے منہ موڑا دوزخ ایسے لوگوں کو بلا لیگی کیونکہ ان دوزخیوں کی بازگشت دوزخ ہی تو ہے۔

زمانے کی صدا | وا لعرب تصف الدهر بانه ينادی و يعظ و مرادهم منها دلالة تصاريف الزمان۔

عربوں کا دستور ہے کہ زمانہ کی صفت میں ظاہر کرتے ہیں کہ زمانہ آواز دیتا ہے اور نصیحت کرتا ہے جس سے مراد گردش زمانہ کی نشانیاں ہیں۔

قالوا :-

ایک عرب شاعر نے کہا ہے :-

يا واضع الميت فی قبره

(اے مردے کی لاش کو اس کی قبر میں اتارنے والے)

خاطبك الدهر فلم تسمع

(تجھ سے زمانہ مخاطب ہوا، باتیں کیں، مگر تو نے سنی ہی نہیں)۔

غرض کی اس کے بعد یہ آیت ہے :-

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

اے ہمارے پروردگار ہمیں وہ عطا فرما جس کا اپنے پیغمبروں کی زبان سے تو نے وعدہ کیا تھا اور قیامت کے دن ہم کو رسوا نہ کر حقیقت میں تو وعدہ خلاف نہیں۔

اس میں کئی باتیں محل تامل ہیں۔

(۱) جب وہ جانتے تھے کہ اللہ وعدہ کر چکا ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اللہ وعدہ خلاف نہیں تو

وفائے وعدہ کے لیے دعا کی کیا حاجت تھی؟

۲- حصول ثواب مزیل عذاب ہے، یہ کہنا کہ "اپنے پیغمبروں کی زبان سے تو نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر" طلب ثواب ہے، اور یہ عرض کرنا کہ "قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کر" طلب ترک عذاب ہے، طلب ثواب میں ترک عذاب خود ہی آ گیا تحصیل حاصل کے لیے اعلام معلوم سے کیا فائدہ؟

درخواست کا مطلب | فرمایا۔

المقصود من هذه الآية طلب التوفيق	اس آیت سے مقصود یہ ہے۔
للطاعة والعصمة عن المعصية۔	(۱) عبادت کے لیے طلب توفیق
	(۲) معصیت سے بچنے کے لیے طلب عصمت۔
فقوله واتنا ما وعدتنا معناه وفقنا	"ہمیں وہ دے جس کا تو نے وعدہ کیا تھا" اس کے
للاعمال التی بها نصیر اهلا لوعدك	معنی ہیں کہ ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جن کی بنا پر
واعصمنا من الاعمال التی نصیر بها	ہم میں تیرے وعدے کی اہلیت آ جائے۔
اهلا لعقاب والخزی	اور ہمیں ایسے اعمال سے بچا جن کی بنا پر ہم عذاب اور رسوائی کے مستحق ہوں
توفیق طاعت مستقیما | کانه قیل وفقنا	گویا یہ گذارش تھی کہ یا اللہ ہمیں اپنی عبادت کی توفیق
لطاعتك فانا لا نقدر علی شیء من	دے، بدون تیری توفیق کے ہم سے کچھ عبادت نہیں ہو سکتی
الطاعات الا بتوفیقك واذا وفقت	اور یا اللہ جب ہمیں اپنی عبادت کی توفیق دے تو اس کی
لفعلها فوفقنا لاستبقائها فانا	استقامت کی توفیق بھی دے، بدون تیری توفیق کے نہ ہم
لا نقدر علی استبقائها واستدامتها	استقامت پر قادر ہیں نہ استدامت پر قدرت
الا بتوفیقك۔	رکھتے ہیں۔
عذاب عظیم | وقوله ولا تخزنا یوم القیمة	"ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا" یہ ویسا ہی ہے جیسے اللہ

شبيهٌ بقولهٖ و بدا لهم من الله ما لم	کی جانب سے اُن پر وہ کچھ نمایاں ہوا جس کا انھیں گمان
يكونوا يحتسبون" فانه ربما ظن الانسانُ	تک نہ تھا"۔
انه على الاعتقاد الحق و العمل الصالح	بعض اوقات انسان اپنے آپ کو صحیح الاعتقاد و
ثم انهٗ يوم القيمة يظهر له ان اعتقادہ	صالح العمل سمجھتا ہے، بعد کو قیامت کے دن ظاہر ہوتا
كان ضلالًا و عمله كان ذنبًا فهناك	ہے کہ اس کا اعتقاد گمراہی اور اُس کا عمل گناہ
تحصل الخجالة العظيمة والحسرة	تھا، اس وقت اُس کو بڑی خجالت، نہایت حسرت
الكاملة والاسف الشديد۔	اور سخت افسوس لاحق ہوتا ہے۔
عذاب روحانی — وذلك هو العذاب الروحانی	یہی روحانی عذاب ہے۔
وهذا العذاب اشد من العذاب الجسمانی	یہ روحانی عذاب جسمانی عذاب سے کہیں زیادہ سخت ہے۔
لانهم طلبوا فی هذا الدعاء اشیاء	اس دعا میں کئی چیزوں کی درخواست تھی۔
فاول مطالبهم الاحتراز عن العذاب	پہلی درخواست عذاب جسمانی سے بچنے کی تھی یعنی
الجسمانی وهو قوله قنا عذاب النار	"قنا عذاب النار" ہمیں آتش دوزخ سے بچا۔
و اٰخرها الاحتراز عن العذاب	آخری درخواست عذاب روحانی سے بچانے کی تھی
الروحانی وهو قوله ولا تخزنا يوم القيمة	یعنی "ولا تخزنا یوم القیمۃ" ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر،
فثبت بذلك ان العذاب	اس رسوائی کا عذاب روحانی عذاب ہے۔
الروحانی اشد من العذاب الجسمانی	اس سے یہ ثابت ہوا کہ جسمانی عذاب کے مقابلہ میں روحانی عذاب سخت ہے

منظر الکرام حیدرآباد دکن کے زندہ اکابر و مشاہیر کا تذکرہ جدید حیدرآباد کی علمی شخصیتوں کے متعلق اس سے
مولفہ سید منظر علی اشہر — بہتر ذخیرہ معلومات ابتک مرتب نہیں ہوا۔ سرکار عالی کے سررشتہ تعلیم نے اسکو حوالہ کی عمدہ کتاب قرار دیکر دفاتر و مدارس تحت کو اس کے خریدنے کی ہدایت کی ہے قیمت چھ روپے۔ مولف سے نظام والنیٹئر کلب خیریت آباد کے پتہ پر طلب کیجیے